سیرت کا مفہوم اور برصغیر پاک وہند میں سیرت نگاری

The meaning of Seerat and the role of Seerat Indo-Pak subcontinent

Dr. Qazi Abdul Manan
Assistant Professor, Islamic Studies, Abasyn University Peshawar
Email: qaziabdulmanan@yahoo.com

Dr. Hafiz Abdul Ghafoor
HOD Islamic Studies & Pak Study, Institute of Rehman Medical College, Peshawar,
Email: h.abdulghafoor@yahoo.com

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

Abstract:
Allah Almighty has sent Prophets in every era for the welfare of human beings. And last, the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) was sent. Whose teachings are universal and up till doomsday. He (s.a.w) lived such a social life that is written in golden letters in Islam by historians. There is every aspect of his life to guide people; it is called Seerat (biography for life pattern). The hadith is specific to his words and deeds, while the word Seerat is specified for his (s.a.w) way of living his life. After his departure, his lifestyle has been recorded in various eras. Even the scholars and biographers of the Sub-continent used their pen to add information regarding his lifestyle. Thus, his lifestyle is the main focus of research and dissertations. The sole purpose of this is to gain advantages from his (S.A.W) lifestyle and to make it the code of life so that it may result in the success of both of the worlds.

Keywords: Evolution of biography; Indian subcontinent; code of life; success in both the worlds

سیرت درحقیقت تاریخ ہی کا ایک اہم حصہ سمجھا جاتا ہے۔ مشہور مورخ ابن خلدون نے لکھا ہے :هويقف على احوال الماضيين من الامم فی اخلاقهم والانبياء فی سيرهم[1] قرآن کریم میں کثرت کے ساتھ سابقہ اُمتوں کے حالات و واقعات ذکر ہیں۔ ان حالات و واقعات کو پڑھ کر بہت سے لوگوں میں تاریخ سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ لہذا اس دلچسپی کے پیش نظر مسلمانوں میں سب سے پہلے سیرت کی طرف توجہ دی گئی۔ اور پھر تاریخ وسیرت اور جملہ علوم وفنون میں تحقیق کا شوق پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے وہ علمی تحاریک اُٹھیں۔ جس سے مسلمانوں کی فتوحاتِ ملکی کی طرح فتوحاتِ علمی کا سلسلہ بھی بڑھتا چلا گیا۔[2]

سابقہ تحقیقی مواد کا جائزہ:

سیرت النبی ﷺ ایسا موضوع ہے۔ کہ جس نے بھی اسکا مطالعہ کیا وہ اس سے متاثر ہوا۔ اور نبی کریم ﷺ کا یہ معجزہ بھی ہے۔ کہ آپ کی سیرت پر جتنا لٹریچر شائع ہوا کسی اور کا نہیں۔ اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا چلا آرہا ہے۔ مختلف ادوار میں مختلف علماء اور سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی۔ جیسا کہ اس موضوع پر ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب، ڈاکٹر منیر احمد صاحب اور ڈاکٹر مقالے کے اہداف میں سیرت کے لغوی واصطلاحی معنی، سیرت کی اہمیت، سیرت نگاری کا آغاز اور پاک وہند کے جید علماء کی خدمات پر مختصر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سفیر اختر صاحب نے بھی فکر و نظر میں مضامین لکھ کر اپنا حق ادا کیا۔ سیرت کے ارتقاء پر سجاد ظہیر صاحب اور دیگر نے بھی ایک کتاب تحریر کی۔ تاہم برصغیر پاک وہند میں سیرت نگاری کے حوالے سے یہ مقالہ آنے والے یونیورسٹیوں کے محققین کے لیے بھی بہت فائدہ مند ہو گا۔

سیرت کے لغوی معنی:

سیرت عربی کا لفظ ہے۔ جس کے مختلف معنی بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً سار، یسیر سیراً، و میسراً و میسرۃ و سیر ورۃ بمعنی چلنا ، پھرنا، جانا، سفر جانا، مشورہ کرنا۔ السیرہ اسی سار، یسیر کا اسم ہے۔ جو روشن طور و طریقہ، چال چلن، ڈھنگ طرز زندگی، کہانی، قصہ، شکل و صورت کے معنی میں آتا ہے۔[3] سیرت کی جمع سیر ہے۔ یہ لفظ دو خود مختار سیاسی وحدتوں کے تعلقات و معاملات کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔[4] علامہ زمخشری اساس البلاغۃ میں لکھتے ہیں: السیرۃ سار الوالی فی الرعیۃ سیرۃ حسنۃً[5] بادشاہ اپنی رعایا میں اچھے کردار اور چال چلن کے ساتھ مشہور ہوا۔ انہی معنوں کو تاج العروس نے بھی اختیار کیا۔[6] ہمارے موضوع کے حوالے سے جو معنی واضح ہوتا ہے۔ وہ "س" کے زیر کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے یعنی السیرۃ بالکسر السنۃ والطریقۃ والھیۃ والمیسرۃ[7] السیرۃ "س" کے زیر کے ساتھ سنت، طریقہ، ہیت اور مسافت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ تاہم لفظ سیرۃ کے معنی چلنے، رخصت ہونے اور السیارۃ قافلہ کے معنی بھی ہیں [8]۔ قرآن کریم میں السیر اور السیرۃ کے الفاظ انہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ فرمایا وَتَسِيرُ ٱلْجِبَالُ سَيْرًا [9] "اور پہاڑ اپنی جگہ سے چل پڑیں گے"۔ سورۃ روم میں ارشاد ہے: أَوَ لَمْ يَسِيرُواْ فِي ٱلْأَرْضِ فَيَنظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْۚ كَانُوٓاْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُواْ ٱلْأَرْضَ وَعَمَرُوهَآ أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِۖ فَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوٓاْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ[10] "کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں۔ تاکہ وہ دیکھ لیں کہ ان سے پہلے جو لوگ تھے اُن کا انجام کیسے ہوا"۔ سورۃ القصص میں ارشاد ہے: فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى ٱلْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِۦٓ ءَانَسَ مِن جَانِبِ ٱلطُّورِ نَارًاۖ قَالَ لِأَهْلِهِ ٱمْكُثُوٓاْ إِنِّيٓ ءَانَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيٓ ءَاتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ ٱلنَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ[11] "پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کرلی۔ اور اپنی اہلیہ کو لیکر چلے تو انہوں نے کوہ طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی"۔ سورۃ طہٰ میں "خُذْهَا وَلَا تَخَفْۖ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا ٱلْأُولَىٰ" اللہ نے فرمایا "اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم ابھی اسے اسکی پچھلی حالت پر لوٹا دیں گے"۔

اصطلاحی معنیٰ:

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق نبی کریم ﷺ کے سوانح اور حالاتِ زندگی پر اسکا اطلاق ہوتا ہے [12] ۔ لیکن متقدمین کی اصطلاح میں غزوات اور سرایا کے حالات و واقعات کو مجموعہ سیرت کہا جاتا ہے۔[13] معلوم یہ ہوا کہ یہ لفظ سفر کرنے کی مناسبت سے پہلے پہل جہاد و غزوات کے لیے استعمال ہونے لگا۔ کیونکہ جہاد و غزوات میں سفر اور انتقال مکان ہوا کرتا تھا۔ اور مغازی کو سیر اسی لیے کہا جاتا ہے۔ کہ "اول امورھا السیر الی الغزو"[14] یعنی میدانِ جنگ کی طرف چل کر جانے سے جہاد و مغازی کی ابتدا ہوتی ہے۔ مجمع بحار الانوار میں لکھا ہے۔ لان الاحکام المذکورہ فیھا ملتقاۃ من سیر رسول اللہ فی غزواتہ[15] اس میں احکام رسول اکرم ﷺ کے غزوات سے لیے گئے ہوتے ہیں۔ اردو دائرہ معارف کے مطابق انھا غلبت فی الشرع علی امورالغازی وما یتعلق بھا[16] یہ زیادہ تر مغازی اور اس سے متعلقہ امور کے بارے میں استعمال ہوا ہے۔

ایسی اصطلاحی تعریفات اور توضیحات کے بعد اس میں آہستہ آہستہ معنوی وسعت پیدا ہوئی۔اور اس کے مفہوم میں جہاد و غزوات کے علاوہ کفار و شر کی اور باغیوں کے ساتھ صلح دامن کے امور، تجارت اور دیگر متعلقات بھی داخل ہوگئے یہاں تک کہ فقہاء کے نزدیک فقہی کُتب میں کتاب السیر کے نام سے الگ باب قائم کر کے اس میں مسلمانوں کا غیر مسلموں کے ساتھ جنگ و امن، معاملات ،معاہدات اور سلوک وغیرہ کے مسائل ذکر کیئیے ہیں۔جن کو اسلام کے بین الاقوامی قانون (International Law of Islam) کا درجہ حاصل ہوا۔ محدثین، آئمہ رجال اور ارباب تاریخ کے ہاں سیرت کا لفظ غزوات و جہاد کے احکام وواقعات کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام حالات کو شامل ہے۔

ابتداء میں یہ لفظ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے حوالے سے مستعمل ہوتا تھا۔اور اب بھی اس کا اصطلاحی مفہوم یہی ہے سیرت کی اولین کُتب چونکہ مغازی کہلاتی تھیں۔اس لیے سیرت کے معانی میں خصوصیت سے آپ ﷺ کے مغازی کا بیان اور بعد ازاں آپ کے حالات زندگی کو اس میں شامل کیا گیا۔[17]

اکثر محدثین مغازی وسیر کو ایک ہی چیز مانتے ہیں۔کیونکہ ابتداء میں اس کا مفہوم اتنا وسیع نہیں تھا۔اس لیے سیر سے مراد غزوات لیا جاتا تھا۔ چنانچہ ابن اسحاق کی مشہور کتاب کو سیرت ابنِ اسحاق بھی کہا جاتا ہے۔اور مغازی ابن اسحاق بھی[18]۔اسی طرح حافظ بن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں کتاب المغازی کے لیے "الجهادوالسير" کے عنوان سے باب باندھا ہے۔بعض مستشرقین کی رائے یہ ہے کہ مغازی ان جنگوں کو کہتے ہیں۔جن میں نبی کریم ﷺ خود شریک ہوئے ہوں۔لیکن اصطلاح میں رسول ﷺ کی پوری زندگی کے تمام واقعات پر کیا جانے لگا۔[19] تیسری صدی تک جو کتابیں مشہور ہوئیں۔مثلاً سیرت ابن ہشام، سیرت اموی وغیرہ۔ان میں زیادہ تر غزوات ہی کے حالات ہیں۔البتہ زمانہ مابعد میں مغازی کے سوا اور چیزیں بھی اس میں داخل کرلی گئیں۔مثلاً مواہب لدنیہ میں غزوات کے علاوہ اور مواد بھی شامل ہے۔[20]بعض لوگ ہر ایک انسان کی سوانح حیات (Biography) کو بھی سیرت کہتے ہیں۔جو کہ بہت بڑی زیادتی ہے۔جبکہ لفظ سیرت سننے ہی سے لوگ اصولی طور پر نبی کریم ﷺ کے حالاتِ زندگی ہی کو مراد لیتے ہیں۔اور اسی پر اکثر محققین کا اتفاق ہے۔[21]محدثین ومؤرخین نے کتاب السیرۃ کے نام سے نبی کریم ﷺ کے حالات جمع کیے ہیں۔جن میں مغازی کا تذکرہ بھی ہوا ہے۔البتہ فقہاء کے نزدیک یہ سیرت کا وسیع مفہوم نہیں ہے۔بلکہ جہاد اور غزوات میں نبی کریم ﷺ نے کفار و مشرکین کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے وہ اس کو بھی سیرت سے تعبیر کرتے ہیں۔[22]

تاہم ہر دور کے محققین اور سیرت نگاروں نے اس کے معنی مختلف لیے ہیں۔کیونکہ اس کے معنی میں وسعت زیادہ ہے۔عصرِ حاضر میں سیرت کے لفظ کو نبی کریم ﷺ کی زندگی اور حالات سے مخصوص کر دیا گیا ہے۔اور اس سے مراد آپ ﷺ کی ولادت تا وفات کے حالات وواقعات کو سیرت کہا گیا ہے۔

سیرت اور حدیث کا تعلق:

سیرت و مغازی در حقیقت حدیث کا ایک اہم حصہ ہے۔کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کے ان اقوال و افعال و مقررات زیر بحث ہیں۔جن کا تعلق غزوات اور سرایا سے ہے۔اور ان میں اڑتالیس قسم ان امور کی معرفت ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ کے مغازی و سرایا، خطوط وغیرہ کی صحیح اور غیر صحیح کی تشریح ہے۔[23]محدثین و مؤرخین کتاب المغازی میں اپنے اپنے معیار روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ کے احوال اور

آپ ﷺ کے غزوات و سرایا بیان کرتے ہیں۔ اور فقہاء ان سے جہاد و قتال کے مسائل استخراج کرتے ہیں۔ اور عام طور سے اپنی کتاب کا نام کتاب المغازی اور فقہاء اپنی کتاب کا نام کتاب السیر رکھتے ہیں۔[24]

حدیث:

لفظ حدیث اپنے لغوی اعتبار سے بات یا نئی بات کے طور پر بولا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اذا حدث کذب[25] "یعنی جب بات کرے تو جھوٹ بولے"۔ قرآن مجید میں کئی آیات مبارکہ میں لفظ حدیث، بات یا خبر کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ نیز اس سے واقعہ، گفتگو یا قصہ بھی مراد لیا گیا ہے۔[26] زمانہ نبوت اور اس کے بعد بھی حدیث کا لفظ اپنے ان تمام معنوں میں استعمال ہوتا رہا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے ارشادات کے لیے بھی لفظ حدیث استعمال ہوتا تھا۔ جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا: علیکم بسنتی[27] کے الفاظ فرما کر لفظ سنت کو اپنے طریقہ یا عادت کے ساتھ مخصوص فرما دیا تھا ایک موقعہ پر آپ نے حضرت ابوہریرۃؓ کے جواب میں فرمایا: لقد ظننت یا ابا هريرة ان لا يسئلنی عن هذاالحديث احد اول منک لما رايتُ من حرصک علی الحديث[28] .اے ابوہریرۃ میرا بھی خیال تھا۔ کہ یہ حدیث تم سے پہلے اور کوئی مجھ سے نہیں پوچھے گا۔ کیونکہ حدیث کے لینے کے لیے میں تمہیں بہت زیادہ حریص دیکھا کرتا ہوں۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہوگی۔ جس نے کلمہ "لااله الا الله" خلوصِ دل سے کہا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ اور تابعین حدیث کو اس کے اصطلاحی مفہوم میں بھی استعمال کرتے رہے۔ اور ان کے بعد لوگوں نے تو حدیث کو صرف اس مخصوص مفہوم تک استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں: "المراد بالحديث فی طرف الشرع ما اضيف الی النبیﷺ وکانه اريد به مقابلة القرآن لانه قديم"[29] شرعی اصطلاح میں حدیث وہ (اقوال و اعمال) مراد ہیں۔ جو آپ ﷺ کی طرف منسوب ہوں۔ گویا حدیث کا لفظ قرآن کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔ اس لیے کہ قرآن قدیم ہے۔ چونکہ سنت، سیرت اور حدیث تینوں اصطلاحوں کا تعلق اور نسبت نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے ہے۔ اس لیے ان تینوں علوم کا مرکز و محور ایک ہی ہے۔ جس طرح امام حاکم کا قول ہے: هذا النوع من هذه العلوم معرفة مغازی رسول الله و سراياه و بعوثه و کتبه الی ملوک المشرکين وما يصح و ذلک ومايشذ[30] یعنی علوم حدیث کی اقسام میں یہ قسم ان امور کی معرفت ہے۔ کہ رسول ﷺ کے مغازی و سرایا و بعوث اور مشرک بادشاہوں کی طرف خطوط میں کیا صحیح ہے اور کیا شاذ ہے مگر مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کتب سیرت میں نبی کریم ﷺ کی جنگوں اور خطوط ہی کا ذکر نہیں۔ بلکہ آپ ﷺ کی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کے شمائل اور حسب و نسب کا بھی بیان ہے۔ آپ کے حسن و کردار اور معاملات بھی اس کے ذیل میں آتے ہیں۔ اس لیے سنت، حدیث اور سیرت میں اپنے مشمولات کے حوالے سے کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ ابتداً اصحاب حدیث اور اہل سیرت ایک ہی جماعت تھی کیونکہ جو نام تدوین حدیث میں ذکر ہوتے ہیں۔ وہی اسماء تدوین و ارتقاء سیرت میں بھی آتے ہیں۔ اور جس زمانے میں تدوین حدیث ہوئی، اسی زمانے میں سیرت کی تدوین و ارتقاء بھی ہوئی۔ اس کے علاوہ سیرت کی جمع و تدوین پہلی صدی ہجری میں شروع ہو گئی تھی۔ اور تیسری صدی کے آخر میں مکمل ہوئی۔ اور یہ وہ دور اور زمانہ تھا۔ کہ قرآن کی جمع و تدوین، تفسیر و حدیث کا کام بھی پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔

سیرت اور حدیث میں فرق:

خطیب بغدادی نے بھی سیر ومغازی رسول کو علم حدیث میں شامل کیا ہے۔ اور حدیث میں انبیاء کے واقعات، فقہاء کے کلام، عرب وعجم کے بادشاہوں کی سیرتیں، معجزات، ازواج مطہرات، اولاد اصحاب ان کے فضائل ومناقب وغیرہ کا ذکر شامل ہے۔[31] بعض نے حدیث کی تعریف میں قول، فعل اور تقریر کے ساتھ صفت، رؤیا اور حالت منام اور بیداری میں حرکات وسکنات نبویہؐ کا اضافہ کیا ہے۔ ابو شہبہ کے نزدیک حدیث کی تعریف یہ ہے: هو اقوال النبیﷺ و افعاله و تقریراته و صفاته لخلقه و خُلُقِه[32] "حدیث نبی ﷺ کے اقوال، افعال تقریرات اور اوصاف خلقی اور اوصاف خُلُقی ہیں"۔ سیرت کے واقعات سے متعلق جزئیات سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں تو ملتی ہیں۔ لیکن محدثین ان جزئیات سے اعتناء نہیں کرتے۔ ایسی تمام جزئیات پر سیرت کی تعریف تو ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ جزئیات حدیث کی تعریف میں شامل نہیں ہوں گے۔ اس بات کی وضاحت اصح السیر نے یوں کی کہ مغازی کے حالات محدثین نے بھی بیاں کیے ہیں اور اصحاب السیر نے بھی کی مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ فتح مکہ کے متعلق محدثین نے لکھا ہے کہ قریش نے حدیبیہ کے معاہدے کو توڑا۔ اور بنی خزاعہ پر ظلم کیا۔ جو نبی کریم ﷺ کے حریف تھے۔ اس لیے یہ حملہ فتح مکہ کا سبب بنا۔ لیکن اصحاب سیرت مزید وضاحت کرتے ہیں۔ کہ ان دونوں کے درمیان جنگ کافی عرصہ سے چلی آرہی تھی۔ جس کی وجہ سے اُن کا معاہدہ ہوا۔ جو بہت اہم تھا۔ مگر قریش نے بدعہدی کر کے جنگ کو دعوت دی۔[33] بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ سیرت، فنِ حدیث ہی کی ایک خاص قسم ہے یعنی احادیث میں سے وہ واقعات الگ لکھ دیئے گئے جو نبی کریم ﷺ کے اخلاق وعادات سے متعلق ہیں تو یہ سیرت بن گئی۔ لیکن یہ بات درست نہیں فنِ سیرت اور فنِ حدیث میں موضوع اور طریق کار کی مماثلت کے باوجود اختلافات موجود ہیں۔[34] اصحاب حدیث دراصل تین امور کو جمع کرتے ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا؟ ۲۔ نبی کریم ﷺ نے کیا کام کیا؟ ۳۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے یا ان کے وقت میں کیا کیا گیا؟ اصحاب سیرت بھی انہی تین امور کو جمع کرتے ہیں۔ اس لیے اصل کام دونوں کا ایک ہے مگر باوجود اس کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اصحاب حدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی ذات سے ان کی بحث ضمناً ہوتی ہے اور اصحاب سیر کا مقصود بالذات نبی کریم ﷺ کو جاننا ہے۔ احکام پر ان کے ہاں بحث ضمناً ہوتی ہے۔ اس لیے محدثین کا مدار بحث یہ ہوتا ہے کہ یہ فعل یا قول نبی کریم ﷺ کا ہے یا نہیں۔ ان کی تمام تر قوت اس تحقیق پر صرف ہوتی ہے۔ کہ اس قول یا فعل کا انتساب نبی کریم ﷺ کی طرف صحیح ہے یا نہیں لیکن اصحاب سیرت کو یہ بھی کرنا پڑتا ہے اور اس کے سوا اس کے ساتھ دو باتیں مزید معلوم کرنی پڑتی ہے۔ ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ نے کب ایسا کیا۔ دوم یہ کہ ایسا کہنے یا کرنے کی وجہ کیا تھی۔ اصحاب سیرت نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کو مسلسل اور مربوط بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کے اسباب وعلل بھی جاننا چاہتے ہیں۔ اصحاب حدیث کہتے ہیں۔ کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جب صحت کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ فعل نبی کریم ﷺ کا ہے۔ تو وہ آپ کی سنت اور آپ کا طریقہ ہو گیا، اگرچہ یہ معلوم نہ ہو۔ کہ نبی کریم ﷺ نے کب، کس دن، کس تاریخ کو ایسا کہا یا ایسا کیا[35] تحقیقی اعتبار سے اصحاب السیر نے فنِ سیرت کا ایسا معیار قائم کیا۔ جو دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔ زبانی روایات کی چھان بین کے لیے جو اصول قائم کیے گئے ان میں پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے۔ اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کے نام ترتیب وار بتائے جائیں اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلہ روایت میں آئے۔ کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ کیا مشاغل تھے؟ کیا چال چلن تھا؟

حافظہ کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے؟ عالم تھے یا جاہل؟ ان باتوں کا پتہ لگانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن تھا لیکن ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اس کام میں صرف کیں۔ جہاں کہیں ان کو کسی راوی کا علم ہوتا وہ دور دراز کا سفر طے کرتے۔ اگر وہ فوت ہوئے ہوتے تو ان کے حالات وواقعات ان کے ہم عصروں سے پوچھتے اس فن کو اسماء الرجال کا نام دیا گیا ہے۔ جس سے تقریباً ایک لاکھ افراد کے حالات معلوم ہوسکتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک یہ تعداد پانچ لاکھ تک پہنچتی ہے۔[36]

سیرت نگاری کی اہمیت:

سیرت کا موضوع بڑا دلچسپ موضوع ہے۔ امت مسلمہ کے لیے اس موضوع میں نہ صرف عبرت بلکہ زندگی گزارنے کے تمام پہلو موجود ہیں اور جو مسلمان سیرت طیبہ کو اپنی زندگی کا شعار سمجھتے ہیں اور عمل پیرا ہوتے ہیں۔ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوتے ہیں کیونکہ یہ درحقیقت نبی ﷺ سے محبت اور عقیدت کا اظہار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب نہ ٹھہرائے۔[37] چنانچہ آپ ﷺ کی سیرت میں انفرادی اجتماعی، عائلی ومعاشرتی زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی موجود ہے:لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ لِّمَن كَانَ يَرۡجُواْ ٱللَّهَ وَٱلۡيَوۡمَ ٱلۡأٓخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا[38]"حقیقت یہ ہے کہ تمھارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے" اسی وجہ سے ہر دور کے مسلمانوں نے قرآن کے ساتھ ساتھ سیرت نگاری کو اپنا پسندیدہ موضوع قرار دیا۔ نظم ونثر دونوں میں سیرت کو خراج تحسین پیش کیا گیا اور دنیا کی تمام زبانوں میں سیرت پر ادبیات کا ذخیرہ بکثرت موجود ہے۔[39]

اردو میں سیرت نگاری کا آغاز مولودنامہ سے ہوا۔ مولودنامہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں ولادت کا بیان کیا جاتا ہے۔ مگر اکثر مولودنامے لفظی معنی تک محدود نہ رہے۔ بلکہ آپ ﷺ کی زندگی کے مختلف واقعات اور حالات بھی نظم اور اشعار کی شکل میں پیش کیے گئے اور مزید وسعت کی گئی جو سامعین و حاضرین کے لیے بڑے پُرکشش اور دلچسپ رہے۔ میلاد شریف کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے۔ اس کے بعد سے تمام اسلامی ممالک میں مسلمانانِ عالم عید میلاد النبی ﷺ مناتے چلے آرہے ہیں۔[40] دورِ جدید میں اردو سیرت نگاری نے ایک معتبر و مستند مقام حاصل کر لیا ہے۔ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی "شعبہ اسلامیات" کے زیر اہتمام حال ہی میں ایک سیرت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ۴۸ مقالات پڑھے گئے اور اس میں برصغیر پاک وہند کے مشہور سیرت نگار ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی[1] کی ۲۸ کُتب سیرت کا بھی ذکر کیا گیا۔

برصغیر پاک وہند میں سیرت نگاری کا ارتقاء:

بعض اہل علم کی رائے یہ ہے۔ کہ سندھ میں سب سے پہلے محمد بن قاسم کی آمد ہوئی۔ مگر دیگر کی رائے کے مطابق مسلمانوں کی آمد ان سے پہلے ہوچکی تھی۔ اور وہیں مسلمانوں نے اپنی عبادت گاہیں، مساجد وغیرہ تعمیر کرلیں تھیں۔ حفظ قرآن، حدیث اور اسلام کی بنیادی تعلیم کے سلسلے میں انہوں نے کوششیں کیں تھیں۔ ان محدثین میں موسیٰ بن یعقوب ثقفی، یزید بن الجاکشبہ، ابو موسیٰ اسرائیل وغیرہ شامل تھے۔ ابتدائی صدیوں میں چونکہ حدیث کے عُلوم کا رجحان زیادہ تھا۔ لہٰذا سندھ سے دینی تعلیم کے مزید حصول کے لیے طلباء نے مختلف

[1]۔ آپ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فاضل تھے۔ آپ کی پیدائش ۲۶ دسمبر ۱۹۴۴ کو انڈیا میں ہوئی۔ اور حال ہی میں ۱۵ ستمبر ۲۰۲۰ء کو انڈیا میں آپ کی وفات ہوئی، آپ مشہور ہندوستانی سنی مسلم سکالر، سیرت نگار اور مؤرخ تھے۔ اور علیگڑھ یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کے ڈائریکٹر تھے۔ آپ کی شہرت اور پہچان سیرت نگاری کی وجہ سے بہت زیادہ ہوئی۔

اسلامی ممالک خراساں شام، اور اندلس کی طرف سفر کیا۔اس دوران حدیث کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مغازی و سیر کی طرف بھی رجحان شروع ہوا۔[41] ان میں ایک نام ابو معشر سندھی کا بھی ہے۔ جو سندھ کے رہنے والے تھے۔اور دوسری صدی عیسوی میں سیرت کے نامور ترین سیرت نگاروں میں سے تھے۔[42] محدث ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن عبداللہ (۳۲۲ھ) کا نام بھی تیسری صدی ہجری میں ذکر کیا گیا ہے۔ جو دیبل سے مکہ منتقل ہوگئے تھے۔ مکاتیب النبی کے نام سے انہوں نے سیرت کی کتاب تحریر کی۔ آٹھویں ہجری میں ضیاء الدین برنی (۷۸۵ھ) نے فارسی میں ثناء محمدی کے نام سے سیرت پر کتاب تحریر کی۔ جو معجزات نبوی پر مشتمل تھی۔[43] برصغیر میں شیخ عبدالوہاب بخاری (۹۳۴ھ) کا نام بھی سیرت نگاروں میں ذکر کیا گیا ہے۔ جنہوں نے شمائل پر کام کیا اور شمائل النبی کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا۔ اسی طرح شرح شمائل النبی عبداللہ سلطان پوری (۹۹۰ھ) کی تالیف ہے۔ آہستہ آہستہ سیرت پر تحقیق و تالیف کا کام بڑھتا گیا اور علماء محدثین نے تحریر کے لیے وقت دیا۔ اور گیارھویں صدی ہجری میں شیخ الحدیث محدث دہلوی آپ کے صاحبزادے اور آپ کے خلفاء نے برصغیر میں اس کو پھیلایا۔ آداب لباس سید البشر، حلیۃ سید المرسلین اور مطلع الانوار شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مشہور سیرت نگاری پر اُن کی تالیفات ہیں۔[44]

تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں سیرت نگاری کا جدید دور کا آغاز ہوا۔ اس میں نبی کریم ﷺ کی ذات پر مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور سر سید احمد خان نے الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ لکھی۔ یہ کتاب درحقیقت (Life of Muhammad) جو کہ سر ولیم میور کو ان کے نبی کریم ﷺ پر لگائے ہوئے الزامات اور اعتراضات کے جوابات تھے۔ اسی طرح بنگال کے جسٹس سید امیر علی[2] جو سیرت النبی ﷺ پر کافی معلومات رکھتے تھے۔ اپنی کتاب جو بعد میں (Spirit of Islam) کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس میں بھی سر ولیم میور کے اعتراضات کو دلائل سے رد کیا۔ اسی طرح مولانا شبلی نعمانی نے سیرت کے حوالے سے اپنے وقت کی مستند کتاب تحریر کی۔ جو آج تک سیرت کے قارئین کے لیے ایک پیش قیمت مطالعہ ہے۔ ابتدائی دو جلدیں آپ نے خود تحریر کیں جبکہ باقی ۲ جلدیں مولانا سید سلیمان ندویؒ نے مکمل کیں۔ جس میں دورِ حاضر کے بھی کافی مسائل اور ان کا حل موجود ہے۔ اسی دور میں ایک کتاب "رحمۃ للعالمین" بھی لکھی گئی۔ جو کہ شیخ الحدیث قاضی محمد سلیمان منصور پُوری نے تحریر کی۔ جس نے بعد میں کافی مقبولیت حاصل کی۔ برصغیر پاک وہند میں اردو زبان میں لکھی گئی اہم کُتب جو علمی و تحقیقی اصولوں کے مطابق سیرت نگاری میں مشہور ہوئیں۔ ان مین چند یہ ہیں۔ نشر الطیب از مولانا اشرف علی تھانوی، سیرت دو عالم ﷺ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، محسن انسانیت از نعیم صدیقی، الرحیق المختوم از مولانا صفی الرحمن مبارکپوری اصح السیر حکیم عبدالرؤف داناپوری، رسول رحمت از مولانا ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر طاہر القادری کی "سیرۃ الرسول"، "سیرت مصطفیٰ" مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور "ضیاء النبی" جسٹس پیر محمد کرم شاہ رحمھم اللہ نے بھی لکھیں جو بڑی مشہور ہوئیں اور ہر مکتبہ فکر کے علماء اور مؤرخین نے ان کتب سیرت کو سراہا ہے۔ اس کے ساتھ برصغیر میں سیرت نگاری کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔ جس سے سیرت نگاری کے میدان میں نئی نئی تحقیقات سامنے آئیں۔ برصغیر میں سیرت پر اتنا زیادہ کام ہوا جو پوری عرب دنیا کے کام پر بھاری ہے۔[45] مملکت خداداد پاکستان میں سیرت نگاری کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ سابق صدر جنرل محمد

---

[2]۔ سید امیر علی کا تعلق بنگال سے تھا۔ کلکتہ ہائی کورٹ کے پہلے مسلمان جج تھے۔ انگریزی کے علاوہ عربی، فارسی سے بھی خاصی واقفیت اور دلچسپی تھی۔ سیرت طیبہ پر کتاب تحریر کی۔ اور مستشرقین کے اعتراضات پر علمی انداز میں رد کیا ہے۔ بعد میں اس کا کتاب کا نام Spirit of Islam ہے۔

ضیاء الحق مرحوم کے دور سے سیرت النبی کانفرنس ۱۲ ربیع الاول کے دن منانا شروع ہوئیں۔ کبھی نیشنل اور کبھی کبھار انٹر نیشنل کانفرنس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔اس کانفرنس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے۔ کہ اس کانفرنس میں سیرت نگاری پر لکھنے والے اول، دوم اور سوم مقالے میں آنے والے مصنفین کو انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ جو وقت کے صدر مملکت خود اپنے ہاتھوں سے پیش کرتے ہیں۔اس سے سیرت نگاری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔اور محققین کو مستند مواد پیش کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

خلاصہ بحث:

اللہ تعالی کے ذکر کے بعد بلاشک وشبہ اہل علم نے جس موضوع پر قلم اُٹھایا وہ سیرت مصطفیٰ ﷺ پر ہے۔اس میدان میں صرف اپنوں نے نہی، بلکہ غیروں نے بھی نبی کریم ﷺ کی مدح سرائی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔اور جن مستشرقین نے آپ کے خلاف لکھا تو ان کے اعتراضات کو مدلل و مفصل طریقے سے رد کیا گیا۔اس کے باوجود کوئی خیال، کوئی رائے اور کوئی کتاب آخری نہ ہو سکی بلکہ انسان جتنا بھی نبوت و رسالت کے آفاقی علوم کے سمندروں میں غوطہ زن ہوتا گیا۔اتنا ہی علوم و معارف کی وسعتیں اس پر آشکارا ہوتی چلی گئیں۔اور ہر دور میں ہر علاقائی و قومی اور بین الاقوامی زبانوں میں سیرت پر لکھا گیا ہے اور لکھا جائے گا۔یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کی شرعی حثییت مسلمہ ہے۔اس میں جو اصول اور احکام مذکور ہیں۔زمانے کے بدلتے ہوئے احوال اس کے دامنِ ابدیت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جس طرح قرآن کریم کے احکامات ابدی اور دائمی ہیں۔اسی طرح اطاعت رسول کا حکم بھی قیامت تک کے لیے واجب العمل ہے۔انسانی زندگی کے ہر پہلو میں نبی کریم ﷺ کی سیرت اور اسوہ حسنہ رہبر اور رہنما ہے اور تاریخ گواہ ہے انسانی فلاح و نجات اور اصلاح و تعمیر اسی جو دو کرم کی تعلیمات سے مشروط ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت نگاری کا نام آپ ہی کے دور سے شروع ہو گیا تھا۔تاہم صحابہ کرامؓ کی کوششوں سے یہ روایات آج ہمارے پاس محفوظ ہیں۔اولین سیرت نگاروں میں عروہ بن زبیر ۹۴ھ کے نام پر سب متفق ہیں۔اور یوں یہ سلسلہ برصغیر کے سیرت نگاروں تک پہنچ چکا ہے۔اور ہر دور کے علماء کی کوشش رہی ہے۔ کہ وہ سیرت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کریں۔برصغیر پاک وہند کے سیرت نگاروں نے بھی سیرت نگاری کو نئی رجحانات سے متعارف کر دیا۔

حوالہ جات (References)

[1] ۔عبد الرحمن، تاریخ ابن خلدون، بیروت، سن ۲۰۰۰ء ص ۱۳۔

Abdur Rehman, Tārīkh e Ibn e khaldūn, Beirut, Edition, 2000,P:13

[2] ۔سجاد ظہیر، سیرت نگاری آغاز و ارتقاء، طبع قرطاس کراچی یونیورسٹی ۲۰۱۰ء، ص ۱۲۔

Sajjād Zahīr, sīrat Nigari aāghaz wa Irteqa, Karachi University ,2010, P:21

[3] ۔ بلیلاری، عبد الحفیظ، مصباح الغات، ص ۱۴۱۰ المعجم الاعظم، ج۳، ص ۲۲، سن ۱۴۸۷ء

Abdul Hafīz Buliyari, Misbīh ul Ghat, 1487, P:1410, Vol.3, P:22

[4] ۔حمید اللہ، ڈاکٹر، قانون بین الممالک (ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد)ج ۵، ص ۱۲، سن ۱۱ مئی ۱۹۶۸ء

Dr.Hameedullah, Qanūn Bainul Malik, Mahnama Fikr o Nazar Islamabad, 11May Edition, 1928,Vol.5, P:12

[5] ۔ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری، اساس البلاغۃ، طبع القاہرہ ۱۳۸۲ھ، ص ۲۲۶

Jarullah Mahmood Bin umer Alzmahshari, Asās al Balagha, Al Qahira, Edition, 1382, P:226

[6] ۔ مرتضیٰ الزبیدی، سید محمد، تاج العروس، سید محمد مرتضیٰ الزبیدی، ج۳، ص ۲۸۸

Sayed Muhammad Murtaza Alzubaidi, Tāj Al urūs, Vol.3, P:288

[7]۔ یعقوب فیروزآباد، محمد، القاموس المحیط، دارالمعرفۃ بیروت، ج۲، ص۵۳

Muhmmad Yaquūb Faroūz Abad, Al Qamous Al Muhīt, Beirut, Vol.2, P:53

[8]۔ ابن منظور الافریقی، لسان العرب، ابن منظور الافریقی، ج۴، ص۳۹۰

Ibn-e-Manzūr Al Africī, Lisan ul Arb, Vol.4, P:390

[9]۔ سورۃ الطور: ۱۰

Surah al Tūr: 10

[10]۔ سورۃ الروم: ۹

Surah al Room:9

[11]۔ سورۃ القصص۲۹

Surah al Qisas:29

[12]۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، طبع دانشگاہ جامع پنجاب لاہور، ج۱۴، ص۷۴

Urdu Daira al Ma'arif e Islamia, University of Punjab ,vol.14,P.74

[13]۔ محمد ادریس، کاندھلوی، مولانا، سیرۃ المصطفیٰ، مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹۸۵ء، ج۱، ص۳

Mulana Muhammad idrīs Kandalvi,Sīrat ul Mustafa, Maktaba Usmania Jamia Ashrafia,Lahore, Edition, 1985, Vol.1, P:3

[14]۔ فاروقی محمد، علی، کشاف اصطلاحات الفنون، طبع کلکتہ، ص۶۶۳

Muhammad Ali Farūqi, Al Funūn, Calcutta, P:663

[15]۔ محمد، طاہر، بیٹنی، مجمع بحار الانوار، ج۲، ص۱۶۰

Muhammad Tahir Betni, Majmaah Bihār AlAnwār, Vol.2, P:160

[16]۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج۱۱، ص ۵۰۶

Urdu Daira al Ma'arif e Islamia,vol.11, P.506

[17]۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ سیرت، ج۳، ص۵۰۵

Urdu Daira Al Ma'arif e Islamia, Maqala e Sīrat ,vol.3, P 505

[18]۔ دی انسائیکلوپیڈیا، آف اسلام، لیڈن، ج4، ص439

The Encyclopedia of Islam Leiden, vol.4 page 439

[19]۔ جوزف ہارٹس، سیرت نبوی کی ابتدائی کتابیں، مترجم: نثار احمد فاروقی، ص11

Joseph Horovitz ,Initial books of seerat e nabvi ,Translated by Nisar Ahmad Farooqi, P.11

[20]۔ شبلی نعمانی، مولانا، سیرت النبی ﷺ، ج۱، ص۸

Mulana Shibli Numani, Seerat un Nabi S.A.W, Vol.1, P:8

[21]۔سید عبداللہ، ڈاکٹر، فنِ سیرت نگاری پر ایک نظر، ماہنامہ فکر و نظر، اپریل ۱۹۷۶ء، ص۸۲۶

Dr.Sayed Abdullah, Fan-e-seerat Nigari, Edition , 1976, P:826

[22]۔فتح الباری، کتاب الجہاد والسیر، ج۶، ص۳

Fath ul bari,kitab aljhad wa Alsiar,vol.6.p.3

[23]۔حاکم نیشاپوری، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ، معرفۃ علوم الحدیث، دار ابن حزم، بیروت، ص۲۳۸

Abu Abdullah, Muhammad bin Abdullah , ,Al Hakim Neshapuri ,Marifatah uloom ul Hadith, dar e ebni hazam, Beirut , P:238

[24]۔اطہر مبارکپوری، قاضی، تدوین سیر ومغازی، قدوسیہ اسلامک پریس لاہور ۲۰۰۵، ص۱۵

Qazi Athar Mubarakpurii, Tadveen seer-o-Maghazi, Islamic press Lahore, Edition, 2005, P:15

[25]۔ محمد بن اسماعیل، البخاری، الجامع الصحیح کتاب الایمان باب علامۃ المنافق ، حدیث ۳۳

Abu Shuhbah Muhammad bin Muhammad, Alwaseet ulūm, P:15

[26]۔سورۃ التحریم، آیت نمبر۳، سورۃ الکہف، آیت ۶

Surah al Tehreem:3;Surah al Kahaf:6

[27]۔ سلیمان بن الاشعث، ابوداؤد، کتاب السنۃ، حدیث ۴۶۰۷

Sulieman Bin Al Ashaat, Abu Dawuood, kitab ul Sunah, Hadith No, 4607

[28]۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، حدیث ۶۵۷۰

Al sahih ul Bukhari, kitab ul Emān, Hadith No,33

[29]۔ صبحی الصالح ڈاکٹر، علوم الحدیث ومصطلحہ، دار العلم، بیروت، ص ۵

Subhi Saleh,Doctor,ulūm al Hadith, dar al illm, Beirut , p.5

[30]۔ حاکم نیشاپوری، معرفۃ علوم الحدیث، ص ۶۳۶

Al Hakim Neshapuri ,Marifatah uloom ul Hadith,p.636

[31]۔ صلاح الدین ثانی، ڈاکٹر، اصول سیرت نگاری، بحوالہ شرف اصحاب الحدیث، ص ۲۲

Dr. Salah Uddin sanii, sīrat Nigari usool, P:22

[32]۔ ابوشہبہ، محمد بن محمد، الوسیط فی علوم ومصطلح الحدیث، ص ۱۵

Abo shuhbah, Muhammad bin Muhammad ,Al waseet fi uloom wa Mustalahal hadith, p.15

[33]۔ داناپوری، عبدالرؤف، مولانا، اصح السیر، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۳۹

Dana puree, Abdul Rauf ,Maulana , Asah ul sair , Majlis nashriat e Islam,Karachi, 1973, p.39

[34]۔ سیرت النبی، مقدمہ، ج ۱، ص ۸

Seerat un nabi, Muqaddimah, Vol.1,p.8

[35]۔ اصح السیر، ج ۱، ص ۸

Asah ul sair, vol.1, p.8

[36]۔ سیرت النبی، ج ۱، ص ۳۸

Seerat un nabi, vol.1, p.38

[37]- صحیح بخاری، رقم: ۱۵

Al sahih ul Bukhari, Hadith no 15

[38]۔ سورۃ احزاب: آیت ۲۱

Surah al Ahzab:21

[39]۔ عزیز الرحمن سید، مطالعہ سیرت کی وسعتیں برصغیر پاک وہند میں، السیرۃ عالمی، ششماہی ستمبر ۲۰۰۷ء، شمارہ ۱۸، ص ۲۸۰

Aziz ur Rahman ,Sayed, extention of seerat study in subcontinent ,Al Seerah International, Half –Yearly magazine ,Sep 2007,No.18,p 280

[40]۔ شیخ محمد رضا، ترجمہ محمد عادل قُدوسی، محمد رسول اللہ، ناشر تاج کمپنی لمیٹڈ، ص ۳۳

Sheikh Muhammad raza, tranlanslation , Muhammad adil qudsi,Muhammad Rasool ul alllah, Addition. Taaj company limited ,p:33

[41]۔ احمد بن علی، ابو بکر، خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ج ۱۳، ص ۴۷۵۔۸

Ahmed bin ali ,abo bakar,khateeb baghdadi, tareekh e Baghdad,dar ul kutab al ilmia, Beirut ,vol.13,p,8-475

[42]- محمود غازی، ڈاکٹر، محاضرات سیرت، ص ۵۸۸

Mahmood ghazi ,Doctor, Muhazraat e Seerat,P.588

[43]- نظمی، خلیق احمد، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، ص ۲۵۰

Nazmi, khalīq Ahmed ,life of sheikh Abdul Haq Muhaddis dihlawi, Maktabah Rahmaniah, Lahor,p.250

[44]۔ منیر احمد، برصغیر میں شمائل نبوی پر لکھی جانے والی کُتب (فکر و نظر) ج 42، 43، شمارہ ۱۔۴، ادارہ تحقیقات اسلامی، ص ۹۰۔۹۲

Munair Ahmed, Books written on shamail e nabi in the subcontinent ,Fikr o nzar ,Vol.42,43,No.1-4;Idaara Tehqiqat e Islami,P.90-92

[45]۔ محاضرات سیرت، ص ۵۸۶

Mahazrāt e sīrat,P. 586